Resized


CW
IM
IdeaMines
Aafaque Ehsen's IdeaMines Sites
for the public good
علم اپناؤ - خوشحالی پاؤ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۶۸۰

مسیحی لاہور

ستمبر ۱۹۲۴ء

ہندوستانی مسیحیوں کا مذہبی۔ اخلاقی۔ علمی و تمدنی ماہواری رسالہ

ایڈیٹرز (۱) مسٹر کے۔ ایل۔ لیارام صاحب ہیڈ ماسٹر رنگ محل مشن سکول لاہور ایڈیٹر انچیف

(۲) مسٹر آئیون جیکب صاحب عاصی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ جائینٹ ایڈیٹر

فہرست مضامین

کل خط و کتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام مسٹر کے۔ ایل۔ لیارام صاحب ہیڈ ماسٹر رنگ محل سکول لاہور ہونی چاہئے۔ باقی خط و کتابت و ترسیل زرچندہ و عطیہ وغیرہ بنام مسٹر ڈی خان۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ مینجر رنگ محل مشن سکول لاہور آنی چاہئیں۔ **قیمت** سالانہ پیشگی مع محصولڈاک دو روپے۔ ۵۰ سے کم آمدنی والوں کے لئے فقط دو روپے۔

اشتہار کتب

فردوس گم شدہ - مشہور و معروف شاعر ملٹن کی منظوم کتاب "پیراڈائز لاسٹ" کا بامحاورہ اور سلیس اردو منظوم ترجمہ - از مسٹر عیسیٰ چرن صاحب صدا لکھنوی طبع ثانی - ایک روپیہ آٹھ آنہ

فردوس بازیافتہ - ملٹن کی دوسری کتاب "پیراڈائز ریگینڈ" کا اردو نظم میں بامحاورہ ترجمہ مولوی عبدالحلیم شرر نے ان دونوں کتابوں پر دیباچہ لکھا ہے - اور مترجم کی محنت کی داد دی ہے - از مسٹر عیسیٰ چرن صاحب صدا - صفحہ ۸۲ - ۸/

میرے رہنے کا گھر - انسانی جسم کے مشرح حالات معہ ۳۰ تصاویر - صفحہ ۶۲ - ۲/

مسیحی کا عقیدہ - مسیحی دین کے بڑے بڑے مسائل کی تشریح - موجودہ زمانہ کے مطابق - صفحہ ۱۹۴ - ۹/

مسیحی کلیسیا کی مختصر تواریخ - مؤلفہ بشپ ایکنسڈن صاحب مفید خلاصہ ہے - صفحہ ۱۰۹ - ۱/۶ پائی

مرقع پارلیمنٹ انگلستان - انگریزی پارلیمنٹ - دارالامراء و دارالعوام - پارلیمنٹ کے حقوق و فرائض کا مفصل بیان علم سیاسیات کے شائقین کے لئے مفید کتاب ہے - صفحہ ۱۳۰ - ۸/ رعایتی ۴/

مسائل دین کی تفسیر - کینن نارس صاحب کا ۳۹ مسائل دین کی تفسیر و تشریح کا دینی کورس صفحہ ۱۱۸ - ۱/

مطلع نور - ایک بنگالی عورت مسماۃ بسنتو کے مسیحی ہونے کا پُرلطف بیان کہانی کے طور پر صفحہ ۱۳۴ - ۱/۶ پائی

مرأۃ القرآن - قرآن کی وہ تمام آیات اردو میں - جو محمد صاحب کی زندگی کے آخری ۲۳ سال کا اچھا خاصہ مرقع پیش کرتی ہیں - صفحہ ۱۱۱ .... ۶/

مسیحی دین کی اصولی باتیں - الہام - توحید و تثلیث - مسیح - روح القدس - انسان کلیسیا خادمان دین اور ساکرمنٹوں کے بارے میں تعلیم صفحہ ۱۶۶ .... ۹/

نوجوانوں کا رہنما - نوجوانوں کو تمام بری باتوں سے بچا کر تندرست عقلمند اور نیک بنانے والی کتاب صفحہ ۱۳۶ - ۸/ کپڑا ۱۲/

نصیحت طفلاں - مسیحی مذہب کی صداقتوں کے متعلق بیری صاحب کے انتخابی سوال و جواب صفحہ ۱۹ - ۶ پائی کپڑا - ۱/

پالنا - ماؤں کے لئے چند ضروری ہدایات اور بچہ کی پرورش و تربیت کا بیان صفحہ ۱۷ - ۹ پائی

سفارشی اور خاص اوقات کی دعائیں - تمام ضروری موقعوں کے لئے دعاؤں کی جامع کتاب جو ہر ایک مسیحی گھر میں رہنی چاہئے - صفحہ ۶۴ .... ۱/۹ پائی

ملنے کا پتہ :- سکرٹری پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور



MR. STEPHEN KARAM SINGH,
Receipient of the I. S. O. Gold Medal from His Majesty.

یا مسیح

مسٹر سٹیفن کرم سنگھ صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر صاحب انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب

ہم صاحب موصوف کی تصویر آرائش رسالہ کرتے ہوئے آپ کے مختصر حالات مسیحی نوجوانان کی حوصلہ افزائی کے لئے درج کرتے ہیں ۔

آپ ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ کے ایک معزز کھتری (بچھی) خاندان سے ہیں۔ مشن سکول وزیر آباد میں تعلیم پائی۔ اور ۱۶ دسمبر ۱۹۰۰ء کو سی۔ ایم۔ ایس چرچ نیلا گنبد لاہور میں بپتسمہ پایا۔ اور مرحوم بشپ لیفرائے صاحب آپ کے دہرم باپ بنے۔ اِن دِنوں میں آپ ریلوے پولیس میں ہیڈ کانسٹبل تھے۔ یہاں سے خدا کی شان نظر آتی ہے کہ آپ ۱۸۹۷ میں ریلوے پولیس میں معمولی پیادہ سپاہی کی حیثیت سے بھرتی ہوئے۔ عیسائی ہونے کا خیال آتے ہی کھٹ سے ہیڈ کانسٹبل اور عیسائی ہونے کے بعد ۱۹۰۴ء میں سب انسپکٹر ہو گئے ۔

فروری ۱۹۰۶ء میں آپکا تبادلہ ضلع کرنال کا ہو گیا۔ اور ریلوے پولیس سے ضلع پولیس میں آئے اور ہیڈ کلارک دفتر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر ہوئے ۔

۱۹۱۵ء میں آپ کرنال سے انبالے اِسی حیثیت میں منتقل ہوئے۔ ۱۹۱۸ میں آپ کے عہدے میں اضافہ ہوا اور انسپکٹر پولیس کے عہدے پر تقرر حاصل کرکے دفتر صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پنجاب پولیس حلقہ جالندھر کے ہیڈ کلارک مقرر

ہوئے۔ پھر ۱۹۱۹ء میں حلقہ انبالہ کے + ۱۹۲۰ء میں آپ کی تبدیلی لاہور کی ہوگئی۔ اور پہلے دفتر انسپکٹر جنرل بہادر کے ہیڈ اسسٹنٹ اور بعد میں ۱۹۲۲ء میں دفتر کے سپرنٹنڈنٹ بنے +

آپ کی ۲۷۔۲۸ برس کی عمدہ خدمات کے صلے میں جس میں آپ اپنی کوشش اور محنت سے پیادے سے سر دفتر کے عہدے پر پہنچے ہیں۔ سرکار دولت مدار شاہنشاہ عالیجاہ کی طرف سے آپ کو امسال آئی۔ ایس۔ او کا طلائی اعزازی تمغہ مرحمت فرمایا ہے +

پولیس کلیریکل سروس کی تاریخ میں آپ پہلے ہندوستانی ہیں جو پولیس کے ادنےٰ صیغوں سے ترقی پاکر اور ان کا تجربہ حاصل کر کے انسپکٹر جنرل کے سر دفتر مقرر ہوئے ہیں۔ آپکی خدمات کا زیادہ عرصہ صیغۂ دفتر میں صرف ہوا ہے۔ اور خوشی کی بات ہے کہ آپ ہمیشہ اپنے افسران سے داد و تحسین کا سہرا حاصل کرتے رہے ہیں۔

ہم مسٹر موصوف سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ بڑے سادہ مزاج۔ صاف دل صاف گو اور متواضع مسیحی ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں آپ کی شادی مس ایس۔ بھٹاچارجی سے ہوئی۔ دونوں میاں بیوی مسیحیوں سے دلی اُنس رکھتے ہیں۔ اور سب کی امداد کرنے کو ہر وقت سوجان سے حاضر رہتے ہیں۔ مسیحی کی طرف سے ہم مسٹر سٹیفن کرم سنگھ صاحب کو مبارک بادی دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ اور زیادہ رسوخ گورنمنٹ کی نظروں میں حاصل کر کے مسیحیوں اور کلیسیا کو بے حد فائدہ پہنچائیں گے +

(ایڈیٹر)



نوٹ اور خبریں

اُلوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پھاڑتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

۱۔ مسٹر بی۔ ایم۔ لال صاحب ایم۔ اے نے امسال ایل۔ ایل۔ بی کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ فورمن کرسچن کالج میں ۱۲ برس پروفیسر رہے۔ کالج میں بہت ہردلعزیز تھے۔ دو سال ہوئے لا کالج لاہور میں داخل ہوئے اور تمام پروفیسران کو اپنی لیاقت اور ذہانت کا لوہا منوا دیا۔ مسیحی نوجوانوں کو ہمت دلانے کے لئے انکی زندہ مثال بہت کافی ہے۔ "ہمتِ مرداں مددِ خدا" کا مقولہ ہم سب کا ہونا چاہیئے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ بڑی کامیابی کے ساتھ وکالت کا کام شروع کرینگے یا کسی معزز و ممتاز عہدے پر سرافراز ہوں گے۔ ہم بڑی خوشی اور خلوص دلی کے ساتھ مسٹر موصوف کو مبارکبادی دیتے ہیں ✣

۲۔ رائے صاحب مسٹر جوزف ٹھاکر داس دوبارہ لائل پور سے تبدیل ہو کر لاہور تشریف لائے ہیں۔ اور بعہدۂ اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر اقوام جرائم پیشہ مقرر ہوئے ہیں جو ایک نہایت ذمہ واری کا کام ہے۔ جو لوگ آپ سے واقف ہیں وہ بے تامل کہہ دینگے کہ رائے صاحب جیسے محنتی۔ دیانتدار اور تیز فہم شخص کے لئے اس کام سے عہدہ برآ ہونا معمولی بات ہے۔ آپ کا ایسے جلیل رتبے پر تعینات ہونا اِس بات کی شہادت دیتا ہے کہ سرکار عالی وقار کی نگاہوں میں آپ کی بڑی عزت ہے۔ دعا ہے کہ خداوند تعالےٰ ہمیں ناز کرنے کو ایسے بہت موقعے عنایت فرمائے۔ اور ہمارے مسیحی افسران ہر صیغے میں فخر و نام حاصل کریں ✣

۳- مسٹر جارج منتھائی - ایم - اے پروفیسر ذوآلوجی گورنمنٹ کالج لاہور کی شادی خانہ آبادی ۱۷ - جولائی کو آکسفورڈ واقع انگلستان میں ہوئی - رسم نکاح سینٹ جائلز چرچ میں ادا کی گئی - آپ کی دُلھن مس میری چانڈی ہیں - دُلہا دُلھن دونو جنوبی ہندوستان کی سُریانی کلیسیا کے جزو ہیں - بہت سے ہندوستانی اور انگریزی احباب برات میں شامل تھے - مسٹر اور مسز منتھائی ہفتے عشرے میں ولایت سے لاہور آنے والے ہیں - پروفیسر صاحب جنوبی کینسنگٹن کے نیچرل ہسٹری میوزیم میں خاص معلومات حاصل کرنے گئے ہیں - مسیحی کی طرف سے دُلہا دُلھن کو مبارک وسلامت ✦

۴- ہمنے مسیحی کے پچھلے نمبر میں مبرانِ لونکھا پاسٹریٹ کو یہ خبر مسرت اثر سنائی تھی کہ اُنکے نامی پاسٹر مسٹر اینڈر روٹھاکر داس صاحب - امریکہ کی ایم - اے کی ڈگری حاصل کرکے چھ ماہ اور وہاں رہنے کا ارادہ کرتے ہیں - یہ بھی بعض معتبر اصحاب کی زبانی سنا جاتا ہے کہ شائد وہ ماہ ستمبر یا اکتوبر میں بخیر و خوبی واپس تشریف لے آئیں - خیر کچھ بھی ہو - اس میں تو اپنی ہی جیت ہے - چیت بھی اپنی اور پٹ بھی اپنی - خدا انکو کثرت سے اپنی خدمت کیلئے استعمال کرے ✦

۵- امسال تمام امتحانات یونیورسٹی میں مسیحی طلبا کا کچھ قتلِ عام ہوا - خال خال مسیحی نوجوان پاس تو ہوئے مگر جیسی امید کی جاتی تھی کامیابی اس سے بہت کم رہی - اُمید ہے کہ اگلے سال اسکی تلافی کردی جائے گی - اور مسیحی لڑکے اور لڑکیاں کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جائینگے - جو مسیحیوں کی شان کے شایاں ہے بقول شاعر

سو بار مر کے عاشقِ جاں باختہ ترا
اٹھنے کو پھر کھڑا روشِ نزد ہو گیا

۶۔ ایف۔ اے کے امتحان میں مس ڈورس ہمفری اور مس لوئیس ٹیکا۔ اور پرائیویٹ متعلموں میں سے مس للی خان کینرڈ کالج لاہور سے کامیاب ہوئیں۔ مبارک۔ بی۔ اے کے امتحان میں اسی کالج سے مس۔ این۔ وت اور مس حاکم خان پرائیویٹ طالب علم پاس ہوئی ہیں۔ بی۔ اے کے امتحان میں مسٹر سرکار گورنمنٹ کالج لاہور سے پاس ہوئے۔ مبارک۔ ایف۔ ایس۔ سی میں مسٹر ڈیوڈ ستیانند اور بی۔ ایس۔ سی کے امتحان میں مسٹر لارنس جیون مل کامیاب ہوئے ہیں۔ مبارک۔

۷۔ سرگودھے میں مشہور و معروف جہاندیدہ و فہمیدہ پادری ملو چند صاحب ہیں جنھوں نے سرگودھے میں ایک بڑی بھاری مسیحی کالونی (بستی) بسائی ہے اور ان میں بڑا اچھا کام کر رہے ہیں۔ یعنی وہاں کے مسیحیوں کی دینی اور دنیوی حالت کو اعلٰے پیمانے پر لے گئے ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مسٹر پال ملو چند لائلپور کے اگریکلچرل کالج کے پہلے مسیحی گریجویٹ ہیں جو ایک بڑے صاف دل اور سرگرم مسیحی ہیں۔ آپ کو مسٹر میلین ڈائرکٹر سررشتہ زراعت کی تجویز و سفارش پر سپیڈنگ اینڈ کو کے ہاں مشیر زراعتی کا منصب ملا ہے۔ اور بڑی معقول تنخواہ مقرر ہوئی ہے۔ ہر چند بیسیوں ہندو و مسلمان گریجویٹ موجود تھے مگر مسٹر میلین کی نگاہ میں خدا کے فضل سے ہمارے مسیحی دوست مسٹر پال کے سوا کوئی نہ جچا۔ چنانچہ سفارش کرتے وقت صاحب بہادر نے صاف لکھا کہ انکی سفارش میں اسلئے کرتا ہوں کہ میری رائے میں امیدواران میں مسٹر پال ملو چند سے زیادہ محنتی اور دیانتدار کوئی نہیں۔ ہم مسیحیوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ حکام ہماری نسبت ایسا اچھا خیال رکھتے ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ مسٹر پال ہماری امیدوں کو جو انکی ترقی کے ساتھ وابستہ ہیں پورا کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ ہم انکو اور انکے والد بزرگوار کو مبارکباد دیتے ہیں ✦

ریویو یعنی تقریظ

بلّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آمد آخر زپس پردۂ تقدیر پدید

آج ہمیں ریورنڈ قاضی خیر اللہ صاحب کی کتاب " خاص اوقات کی دعائیں " برائے ریویو موصول ہوئی ہے۔ ہمنے اس کتاب کو سرتا پا دیکھا ہے اور بڑی خوشی ہوئی کہ قاضی صاحب قبلہ نے اردو کی کتب الٰہیات کی کمی کو پورا کر دیا۔ اور خوب پورا کر دیا ہے۔ انگریزی زبان میں تو صدہا کتابیں اس قسم کی موجود ہیں جو دعائیہ مضامین پر حاوی اور کامل ہیں اور جنہیں بڑے بڑے صاحبانِ ریاضت اور مردانِ باخدا نے اپنے قلم صدق رقم سے لکھا ہے اور جن میں نہ فقط صبح کی دعا بلکہ خواب راحت سے اُٹھنے۔ نہانے۔ منہ ہاتھ دھونے۔ کپڑے بدلنے بلکہ ذرا ذرا سی بات تک کیلئے عمدہ دعائیں ملتی ہیں۔ مگر اردو زبان میں اس قسم کی کتابوں کی سخت قلت وقحط تھا۔ آج وہ کمی بھی پروفیسر صاحب نے اپنی نادر کتاب سے رفع کر دی ہے۔ پادری صاحب بڑے زاہد و پارسا ہیں اور علمِ الٰہی و علمِ ادب کے مانے ہوئے لائق اُستاد ہیں آپ کی متعدد تصنیفات مشہور عالم ہیں۔ عزیز اللغات ودیگر کتب دینیات مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کی دن رات کی رفیق بنی ہوئی ہیں۔ ہم پادری صاحب کو اس عمدہ تالیف اور ترتیب پر بہت تہنیت اور آفرین کہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ہر فرقے کے مسیحی آپ کی خاص اوقات کی دعاؤں کی کتاب کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنائینگے اور پروفیسر موصوف کو دعائے خیر سے یاد فرمائینگے ؎

اے تصور تیرے ہاتھوں کی بلائیں لے لوں
خوب تصویر بنائی مرے بہلانے کو

ایڈیٹر

مشاہیرِ قوم

ملک الواعظین جناب پادری ڈاکٹر عماد الدین صاحب لاہز ڈی۔ڈی امرتسری کی زندگی کے حالات

(تصویر دیکھو مسیحی نمبر ۳ بابت ماہ اگست۔ بائیں طرف سے پہلی کرسی نشینوں میں)

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

پادری عماد الدین صاحب واقع میں اسم بامسمیٰ تھے۔ جیسا انکا نام عماد الدین تھا وہ فی الواقع عمادِ دینِ مسیحی ہی تھے۔ واعظانِ مسیحی اور مناظرانِ ہند میں کوس لمن الملکی کا نقارہ اس زور سے بجایا کہ کر وبیون کے کان کر ہو گئے۔ اور جو کسی نے چھوٹا منہ بڑی بات کرکے کوے کی طرح ہنس کی چال چلنی چاہی اور اپنی آواز اٹھائی تو اسپر نقار خانے میں طوطی کی آواز کا آوازہ راست آیا۔ بے شک اگر انہیں ملک الواعظین کا خطاب دیا جائے تو بجا ہے۔ مناظرہ یا وعظ لکھتے وقت تو ؎

ہر دم یہ اشارہ تھا دوات اور قلم کا
تو مالک و مختار ہے اس طبل و علم کا

پانی پت کے ہو کر دائمی عزت اور پت پانی اور علماء و فضلا میں آبرو کی سلطنت جمانی یا تو مولانا الطاف حسین صاحب حالی مرحوم کو نصیب ہوئی یا ہمارے بزرگ پادری مولوی عماد الدین صاحب لاہز۔ ڈی ڈی کو۔ در اصل آپ کے بزرگ ہانسی حصار کے باشندے تھے۔ انکے مورث اعلیٰ شیخ جمال الدین تھے جو کہ

بڑے پائے کے صوفی تھے اور قطب کا مرتبہ رکھتے تھے۔

پادری صاحب کے والد بزرگوار کا نام مولوی محمد سراج الدین تھا جو مرتے وقت مسیح کا اقرار کرکے انتقال فرما گئے۔

پادری صاحب اپنی جوانی کے دنوں میں بڑے پکے مسلمان تھے اور اپنے مذہب کے لئے بہت جوش اور غیرت رکھتے تھے۔ مسلمانی تمام علوم دینیہ بڑے بڑے جیّد مولویوں اور فاضلوں سے حاصل کئے۔ قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ فلسفہ اور جملہ مراتبِ تصوف میں ید طولےٰ رکھتے تھے۔ برسوں مسجدوں میں وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔ مدتوں مراقبے اور وظیفے پڑھے۔ روزے ریاضت چلے کشی۔ اور کیا کیا کچھ نہ کیا۔ مگر عجیب بات یہ تھی کہ بجائے اطمینان و تسکین قلبی کے مذہب اسلام کی طرف سے شک و بدظنی ہوتی گئی۔

اتنے میں بزرگ پادری رابرٹ کلارک صاحب امرتسری نے مسیح کی بشارت بذریعہ خط و کتابت آپ کو پہنچائی۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ ہوا۔ آپ نے فوراً توریت اور انجیل منگا کر بغور مطالعہ کیا۔ پھر کیا تھا محمدی مذہب پر رہا سہا ایمان بھی گاؤ خورد ہو گیا۔ آپ نے اپنے شکوک بہت سے مولویوں اور عالموں دوست و احباب کے سامنے پیش کئے۔ مگر کوئی بھی انکو رفع نہ کرسکا اُلٹا یہ کہا کہ ہم خود اس مذہب کو تسلیم نہیں کرتے۔ مگر دنیوی عزت اور برادری کے ڈر سے مسیحی مذہب بھی اختیار کرنا پسند نہیں کرتے۔ تم بھی ہماری طرح باطن میں عیسائی اور ظاہر میں محمدی رہو۔ یہی ایک نسخہ دوا کا ہے ؎

دل میں ہے توبہ تو بہ اگر لب پہ جام جام
رندانِ مے پرست ہی کچھ پارسا ملے

مسیح کا عاشق شیدائی اس سجدۂ ریائی پر راضی نہ ہوا بلکہ علانیہ مسیح کا اقرار کیا پھر تو آپ کے خلاف جہادِ اکبر شروع ہو گیا۔ مسلمانوں نے سخت لعنت ملامت کی۔ مولویوں نے کفر اور ارتداد کے فتوے دے دے کر ہوش بگاڑ دئے۔ پٹھانوں کو انکے قتل پر لگایا

دوست دشمن کو انکے خلاف بھڑکایا پر بیرا شیر ذرا نہ گھبرایا ؎

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کہیں مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

پادری صاحب لاہور آئے اور مسٹر مکھن توس Mackintosh صاحب ہیڈ ماسٹر نارمل سکول سے انجیل شریف پڑھنی شروع کی۔ اسی اثنا میں جبلپور سے اُنکے غیور مسلمان دوست مولوی صفدر علی صاحب کے عیسائی ہونے کی خبر آئی۔ ع۔ "سمندِ ناز کو ایک اَور تازیانہ ہوا۔"

مسیح محبوب کا عشق دل میں شعلہ زن ہوا۔ اور آپ نے عیسائی مذہب کھلم کھلا قبول کر لینے کا قطعی فیصلہ کر لیا ؎

پرتو فگن جو دل میں محبت کا نور ہو
ایک کوہِ طور۔ اَور بھی بالائے طور ہو

چنانچہ ۲۹۔ اپریل ۱۸۶۶ء میں بمقام امرتسر پادری رابرٹ کلارک صاحب کے دستِ مبارک سے سی۔ ایم۔ ایس کے گرجے میں بپتسمہ لیا۔ کیونکہ آپ کلارک صاحب کی دینداری اور سرگرمی کے بہت قائل تھے اور سب سے پہلے آپ نے انہی کی معرفت مسیح کی بشارت پائی تھی۔ کچھ عرصے بعد آپ نے ایک کتاب تحقیق الایمان مولویوں اور دیگر مسلمانوں کے فائدے کے لئے لکھی تاکہ وہ بھی تنگ کی حالت سے نکل کر مسیح کا یقین کریں جو تمام دنیا کا نجات دینے والا ہے۔ اور جس نے کیا ہند و کیا مسلمان سب کی نجات کے لئے اپنی خوشی سے اپنی بیش قیمت جان دی ✦

انتخاب کاروبار عیسائی ہونیکو تو ہو گئے۔ اب کاروبار کا فکر ہوا۔ اگر مشن میں کام کرتے ہیں تو ڈر ہے کہ لوگ باگ کامچور احدی مشن کے ٹکڑ گدا وغیرہ بنائینگے۔ اور اگر کوئی اَور دنیاوی خدمت کرتے ہیں تو دل نہیں مانتا ع۔

"ہر گام پہ دل مثلِ جرس کرتا ہے فریاد"

کہ اے شخص اتنی مدت متاع غرور سمیٹا۔ مسیح سے دور رہا۔ مذہب سے نفور بلکہ مخالفت پر کمربستہ رہا اب بہت گئی تھوڑی رہی ہے اسکو یونہی کیوں گنواؤں توشۂ آخرت کیوں نہ کماؤں۔ بلا سے لوگ کچھ ہی کہیں۔ مجھے اپنا فائدہ دیکھنا چاہئے۔ لوگوں کی زبان سے آجتک کون بچا ہے۔ یہ تو فرشتے کیا خدا کو بھی نہیں چھوڑتے۔ مجھے اپنا ابدی فائدہ ڈھونڈھنا چاہئے۔ "اول خویش بعدہٗ درویش" ؎

دنیا گئی کہ عشق میں ایمان و دیں گیا
وہ ملگیا تو جانئے کچھ بھی نہیں گیا

اس واقعہ کے متعلق پادری صاحب کے پیارے الفاظ برائے ضیافت ناظرین نقل کرتے ہیں:۔

"عیسائی ہونے کے بعد جس قدر میں مسیح کے پانے کے سبب دل میں خوش و خرم تھا اسی قدر اس فکر سے غمگین اور شرمندہ بھی تھا کہ مینے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ مسلمانی کی حالت میں کاٹا اور خدا سے الگ رہکر وقت کو برباد کیا اگرچہ میری تسلی اُس تمثیل سے جو متی ۲۰۔ ۱ سے ۱۶ تک لکھی ہے بہت ہوئی تو بھی یہ فکر زیادہ تھا کہ باقی عمر اُس کی خدمت میں صرف کروں جسے مینے پایا۔ اور جس پر میرا دل ریجھا۔ اور جس نے میرا مَن موہ لیا۔ اور بائبل شریف کی خدمت کروں جسکی ہر تعلیم اور ہدایت ایک بیش قیمت موتی ہے اب میں اِن موتیوں سے کھیلتا رہوں گا۔ مگر ایک موتی چُن کر اپنی روح کے گلے کا تعویذ بناؤں گا جو ہر وقت پیش نظر رہے۔ وہ لولوئے شاہوار (یسعیاہ ۳۵۔ ۱۱ و ۲ پطرس ۱-۳) نکلا"۔

چنانچہ آپ امرتسر کے قطب وعماد دین عیسوی یعنے کلیسیا کے پاسبان کے عہدے پر مقرر ہوئے۔ اور اس سرگرمی اور جانفشانی سے اپنے پیارے خداوند کی خدمت کی اور ہدایت المسلمین لکھکر ایسی نوبت بجائی کہ سیکڑوں مسلمان

نوبت بہ نوبت عیسائی ہوتے گئے۔ آپ کی تصنیفات وکتب دینیات ومناظرات تو بہت ہیں لیکن بڑے معرکے کی یہ ہیں۔ حقیقی عرفان۔ نغمۂ طنبوری تعلیم محمدی۔ تاریخ محمدی۔ اتفاقی مباحثہ۔ آثار قیامت۔ تفسیر مکاشفات وغیرہ وغیرہ۔ کلیسیا کو پادری صاحب کا بے حد ممنونِ احسان ہونا چاہیئے۔

بزرگ پادری رابرٹ کلارک صاحب کو ڈی ڈی کی ڈگری دی جانیکی تجویز ہوئی تو آپنے جواباً تحریر کیا کہ جب تک پادری عماد الدین کو ڈی ڈی کی ڈگری نہ دیجائے گی میں ہرگز منظور نہ کرونگا۔ کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ اِس اعزاز کے مستحق ہیں۔

پادری صاحب کی علمی اور دینی خدمات کی قدرشناسی میں آرچ لشپ بینسن نے ڈی ڈی یعنی حکیم علم الٰہی کی ڈگری عطا فرمائی۔

سنہ ۱۸۹۱ء میں مہتر چترال نے ڈاکٹر صاحب کو کہلا بھیجا کہ میں نے تمہاری بعض کتابیں پڑھی ہیں اور میرے نزدیک تم کافر ہو اور اس لائق ہو کہ قتل کئے جاؤ۔ میں بہت چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے ہاتھ سے قتل کردں۔ ڈاکٹر صاحب نے پیغام لانیوالے کو جواب دیا کہ براہ مہربانی اپنے آقا سے کہو کہ میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور میری یہ دعا ہے کہ آپ بھی حق کو معلوم کریں۔ اور اگر آپ مجھے مار بھی ڈالیں تو خدا میرے خون سے میرے جیسے بیس اور عماد الدین کھڑے کر دیگا + اس جواب سے مہتر کے منہ پر وہ جھاڑ دیڑی کہ ظلم کمانے سے باز رہا +

پادری صاحب بڑے لسان اور شیریں زبان واعظ تھے۔ آپ جیسا لائق وفائق خادم الدین اور واعظ عیسائیوں میں پیدا نہیں ہوا۔ بڑی بات یہ تھی کہ بے حد تیاری کے بعد وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ۲۰ منٹ کا وعظ ہوتا تو ۲۰ دن تیاری میں لگاتے۔ کتب خانے چھان مارتے۔ چونکہ انکی طبیعت کا قدرتی میلان علمی طرف تھا وہ زیادہ تر اپنا وقت مطالعہ میں صرف کرتے تھے طبعی طور پر وہ بہت علمی گی نید

اور خاموش واقع ہوئے تھے۔ ہفتے بھر تک وعظ کی تیاری میں ایسے کتاب کے کیڑے بن کر کتب خانے کے پیچھے کہ ہفتے بھر عید کا چاند ہو جاتے اور تھوڑی دیر کو اتوار کے دن افق ممبر پر سے طلوع ہوتے تھے اور تھوڑی سی دیر وعظ ونصیحت کے پھول اور موتی برسا کر ایسے غروب ہوتے کہ پھر اگلے اتوار ہی نظر آتے۔ اسی واسطے بعض ہنسی سے انہیں .. Jack in the box (چوں چوں گڈا) کہتے تھے۔ مگر اللہ اللہ۔ جب بروز اتوار بر سر منبر آتے تو گرجے میں سناٹا بیت جاتا ؎

جب قفلِ دہن کھلا جواہر نکلے
گویا کہ زبان کلیدِ گنجینہ ہے

ہندو مسلمان دور دور سے انکا وعظ سننے آتے۔ بسا اوقات یہ لوگ گرجے کے پاس سے گزرتے ہوئے پوچھتے۔ کیوں صاحب کیا آج پادری عمادالدین صاحب وعظ فرمائینگے۔ انکا نام سنکر بے اختیار گرجے میں داخل۔

آپنے ۴۴ برس پاسٹری کا کام بہت خوبی سے سرانجام دیا۔ چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں نہ آتے تھے۔ گپ بازی میں ہرگز ٹانگ نہ پھنساتے تھے۔ بے مطلب کسی کے گھر نہ جاتے تھے۔ مشنری صاحبان آپ سے بڑی عزت سے پیش آتے تھے۔ عجیب بات یہ تھی کہ انگریزی زبان سے بہت کم واقف ہونیکے باوجود ایسی عالمانہ کتابیں تحریر کیں کہ زمانے میں یادگار رہینگی۔ انگریزی سے ناواقفیت ہونے میں لطف وصلاحیت کا یہ پہلو نکلتا ہے کہ آپ کی تمام تقریریں اصلی اور خیالات اچھوت و نئے ہوتے تھے۔

گرجے میں آپ پر عجیب رعب وجلال ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ گرجے میں وعظ فرما رہے تھے کہ کسی نے دھڑاک سے ایک پتھر پھینکا۔ آپ کو یہ حرکت نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ اور آپ نے فرمایا جس نے یہ پتھر ڈالا ہے خدا اسکی عقل پر پتھر ڈالے۔ معلوم ہوا کہ وہ شخص خود انکا ہی لڑکا تھا۔ آپ کو

معلوم ہوا مگر آپ ذرا بات سے نہ ہٹے۔

خدا کی قدرت دیکھو کہ وہ لڑکا تھوڑے عرصے بعد دیوانہ ہوگیا۔ آپ لوگوں کو اسکی نظیر دیتے نہ شرماتے۔کیونکہ آپ میں انصاف اور دین مسیحی کی غایت درجے کی غیرت تھی۔جب یہ لڑکا ہوش میں ہوتا آپ اسکو سمجھاتے اور توبہ کرنے کی ترغیب دیتے اور فرماتے کہ خدا سے تم نے ٹھٹھا کیا۔اسلئے اس نے تمہاری عقل چھین لی۔اب بنوکدنضر کی طرح غرور کیا ہے تو توبہ بھی ویسی ہی کرو۔

ماہ اگست ۱۹۱۰ء میں آپ موت کے بستر پر لیٹے۔آپ کو اپنے انجام کا غیب سے علم ہوگیا تھا۔اسلئے فرمایا کہ آٹھ دن بعد تم پھر مجھے نہ دیکھو گے۔اور آسمان کی طرف اشارہ کرکے کہا۔دروازہ کھلا ہے اور خداوند کھڑا ہے۔

تبدیلئ ہوا کی خاطر پادری کلارک صاحب مرحوم کی کوٹھی کے ایک کمرے میں انہیں لے گئے۔یہ وہی کمرہ تھا جہاں ۱۸۶۶ء میں پادری کلارک صاحب سے انکی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔آپ نے خواہش ظاہر کی کہ اُن کا بستر صاحب موصوف کے دفتر کے کمرے میں بچھایا جائے اور کہا کہ مَیں اُسی کمرے میں مرنا چاہتا ہوں جہاں مَینے مسیح کی تعلیم پائی ہے۔

۹ تاریخ کو وہ چند گھنٹے آنکھیں بند کئے آرام سے لیٹے رہے۔ اور اسی حالت میں ابدی آرام میں داخل ہوگئے ؎

حماك الله عن شر النوائب

جزاك الله فی الدارین خیرا

(ایڈیٹر)

اُلٹے پاؤں

(از قلم جناب موسےٰ خاں صاحب المخلص بخان - بہاسنگھ باغ لاہور)

مسیحیت بھی ایک عجیب طاقت اور قوت ہے۔ تاریخ عالم میں دو ہزار سال کا زمانہ کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ مگر اس قلیل عرصہ میں مسیحیت نے ایک شخص واحد سے شروع ہو کر آج سارے عالم پر تسلط جمالیا ہے۔ کہ اہل جہاں انگشت بدنداں ہیں۔ اور جب اسکی ابتدا سے اسکی موجودہ حالت کا مقابلہ کرتے ہیں تو انکے منہ سے بے اختیار نکل جاتا ہے کہ اگر یہ کام خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو ابتک ضرور بند ہوگیا ہوتا۔ اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ دی ہے۔

مسیحیت کا اثر عالمگیر روز اوّل سے ابتک رُو بہ ترقی ہے۔ اور اسکا ہر ایک قدم جب اُٹھتا ہے تو آگے ہی کو اُٹھتا ہے۔ گو مسیح کو دنیا سے گئے دو ہزار سال ہونے کو آئے مگر اسکی روحانی حضوری اور اخلاقی حاضری ابتک اہل دنیا کے ساتھ ہے۔ اور دن بدن اسکی موجودگی کو محسوس کیا جاتا ہے۔ اور جیسا اس نے کہا کہ میں قیامت تک تمہارے ساتھ ہوں۔ اسکے الفاظ آج واقعات حقہ بنکر اسکی یاد کو تازہ کر رہے ہیں۔ دنیا سے غلامی۔ عدم مساوات۔ مطلق العنانی۔ اصنام و اوہام پرستی اور زبردست آزاری کے بالمقابل مسیحیت نے وہ وہ کامرانیاں و ظفریابیاں حاصل کی ہیں کہ جو اُن پر سوچتا ہے جھٹ کہتا ہے کہ اگر یہ کام خدا کی طرف سے نہ تھا تو ابتک ضرور مٹ گیا ہوتا۔

ایک اور عجیب لطف بلکہ لطیفہ کی بات یہ ہے کہ جس قدر اسکی مخالفت ہوئی اسی قدر اسکو تقویت اور ترقی ملی۔ اور اسکے دشمن ہی سب سے پہلے اسکے مداح بنگئے۔ ہندوستان میں سب سے پہلے اسکو ذات پات کی زبردست موجودے

دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ جب پہلے پہل خدا کے بندے چند مشنری صاحبان انجیل کے پیغام لیکر اس خطۂ زمین میں آئے تو اسوقت یہ عقیدہ رائج پایا کہ کوئی دِوِج شودر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی مذہب۔ ذاتی خصلت اور احسن کاری کو توفیق ہے کہ ایک شودر کو دِوِج بنا دے۔ لوگ اچھوتوں سے کئی قدم دُور ہو کر چلتے تھے اور اُنہیں کھانے پہننے کو بھی کافی نہیں ملتا تھا۔ بیچاروں کو اس خستہ حالی اور صدیوں کی ذلّت برداری سے نکلنے کا کوئی خیال ہی نہیں رہا تھا پس یہ خیال کہ ہر ایک شخص کا رُتبہ اُسکی پیدائش سے وابستہ ہے اہلِ ہند کی فطرتِ ثانیہ بن چکا تھا۔

مگر مشنری صاحبان نے جب ہندوستان میں آکر اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملانا شروع کر دیا تو اہلِ ملک کے لئے یہ بالکل غیر طبعی اور اچنبے کی بات تھی اُنہوں نے اپنے عقیدہ سے مجبور ہو کر اپنے اُن بھائیوں کو جو اعلیٰ و شریف ذاتوں سے مسیحی ہو گئے۔ اچھوتوں کے برابر جانا۔ اور یہی وجہ ہے کہ ساری مسیحی برادری کو چوہڑہ کا لقب دیا گیا۔ اور ایسی نفرت و حقارت کا نشانہ بنایا کہ ہزار ہا لوگوں کو مسیحی ہو جانے سے اِس ذلّت آمیز قومی لقب نے روک دیا۔ مگر اُنہوں نے جو اِس بات پر یقین کامل رکھتے تھے کہ اگر یہ کام خدا کی طرف سے ہے تو کبھی بند نہ ہوگا سینہ سپر ہو کر ان تمام مصائب و نوائب کا مقابلہ کیا۔ خاندان۔ برادری۔ قوم اور جائداد کے جملہ حقوق و حاصلات سے فی الفور محروم ہو گئے۔ بہتوں نے ایمان کے دلیرانہ اصرار کے عوض جانیں قربان کر دیں مگر دنیا کی عزت و آبرو کے خواہاں نہ ہوئے۔

چونکہ یہ کام درحقیقت خدا ہی کی جانب سے تھا۔ اس معرکہ میں آخر اِسے وہ ظفریابی و فتحمندی حاصل ہوئی کہ مسیحی دین کی دیکھا دیکھی دیگر مذاہب نے بھی چھوٹی اور اچھوت اقوام کو ملانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اسکی ابتداء برہمو سماج سے ہوئی۔ اور پھیلتے پھیلتے تمام قوموں میں اسکی تقلید ہونے لگی۔ اچھوتوں کو اعلےٰ اور شودروں کو دِوِج بنا دینے کا دعویٰ بھی مسیحیت کو ہے اور عملی فخر بھی اسے ہی حاصل ہے۔ اور آج ہندوستان کے ہر ایک گوشہ میں مہاتما گاندھی کی یہ شہادت پکار پکار کر

بیان کی جا رہی ہے۔ کہ آریہ سماج نے مسیحیوں کی نقل میں شدھی کی رسم جاری کی ہے آج آریہ سماج وہی کام کر رہی ہے جو مسیحی مشنریوں نے تھوڑا عرصہ ہوا شروع کیا۔ اور انہی مہا شوں نے اس پر "چوہڑہ" ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ چنانچہ اب مسیحیوں سے وہ نفرت و حقارت نہیں کیجاتی جو ابتدا میں باعث دل آزاری اور موجب صبر آزمائی ہوتی تھی۔ مگر ہم یہ دیکھکر حیران ہوتے ہیں کہ آجکل مسیحی زندگی کا نمونہ پیش کرنے میں ہمسے کوتاہی ہو رہی ہے۔ اور ہم اس بات کے خواہشمند پائے جاتے ہیں کہ لوگ ہماری پہلی اعلیٰ ذاتوں کے نام سے ہمیں یاد کریں۔ اور ادنیٰ جماعتوں کے لوگ ہمارے برابر حقوق حاصل نہ کریں۔ اخبار سیاست میں مدراس کے ایک مقام کے مسیحیوں کا ذات پات کے متعلق جھگڑا درج ہوا ہے کہ اعلیٰ ذاتوں کے مسیحی ادنیٰ ذاتوں کے مسیحیوں کو گرجے میں آنے نہیں دیتے۔ ہم پنجابیوں کو سختی کے ساتھ اس ذات پرستی و مطلق العنانی کا کھڑے ہو کر مقابلہ کرنا چاہئے کہ مدراس کی بدعت ہم میں ہرگز نہ آگھسے۔ شکر کا مقام ہے کہ اب تک پنجاب میں ورن دیوتا کا قدم نہیں آیا۔ نہ ہم میں یونانی ہیں نہ یہودی۔ نہ مختون اور نہ غیر مختون۔ نہ غلام نہ آزاد۔ نہ شودر۔ نہ برہمن نہ مُصلی اور نہ سید بلکہ مسیح ہم سب میں سب کچھ ہے۔ اور ہم سب مسیح میں یکساں مسیحی کہلاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مساوات۔ برادری۔ جمہوریت اور یگانگت کی ایسی بینظیر زندگی کا مجسمہ بن جائیں کہ ہمارے چاروں طرف جو ذوج اور چھوت اور اعلیٰ و ادنیٰ کا خیال ہے وہ دور ہو کر ایک ہی مسیح کی ایک ہی سلطنت قائم ہو جائے۔ یہ نہ ہو کہ جب مسیح نے ہندوستان کو جیت لیا اُس وقت ہم اسکی فوج سے اُلٹے پاؤں پھرنے لگیں جہاں دنیوی طور پر مسیحیوں کو کسی سے پرخاش نہ ہونی چاہئے وہاں روحانی اور اخلاقی طور پر دنیا کی عزت اور اہل دنیا کی خوشنودی پر مسیح کی عزت و آبرو کو ہرگز قربان بھی کرنا نہیں چاہئے اور اسلئے کہ ہندو مسلمان ہم سے خوش ہو جائیں ہمیں سچی مسیحی زندگی اور مسیح کے نام کی علانیہ گواہی کو ہرگز ترک نہیں کرنا چاہئے۔ امید ہے کہ خدا کی مدد و توفیق سے ہم اس جنگ میں بھی مظفر و منصور ہو کر نکلینگے بس یہ سمجھ لینا چاہئے کہ

"خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا۔"

(خان)

دس روپے میں کیا کیا ہوتا؟

شوہر نے اپنے کسی دوست کو دس روپے قرض دئے ہیں۔ بیوی صاحبہ سنتے ہی آپے سے باہر ہو گئیں۔

اخاہ! اب تو تم بڑے امیر ہو گئے۔ ہزار منع کیا مگر ایک نہ سُنی میں کہتی ہوں کہ تم کہاں کے ایسے روپے والے ہو گئے جو روپیہ بانٹتے پھرتے ہو؟ انہیں دس روپیوں سے نہ معلوم کیا کیا کام نکلتے۔ اور اگر ابھی تم مانگنے جاؤ تو کوئی کوڑی بھی نہ دے۔ میں تو کیا کیا جتن کر کے خرچ کم کرتی ہوں۔ اور تم قرض دیتے پھرتے ہو۔ آخر روپے پیسے والی عقل کبھی تم کو آئیگی کہ نہیں؟ سمجھو تو اس دس روپے سے کتنے کام نکلتے۔ کیا روپیہ کہیں پڑا ملجاتا ہے؟ مگر تمہیں اسکا خیال کیوں ہونے لگا۔

آج تین مہینے سے ایک وائل کے ڈریس کو کہہ رہی ہوں مگر تم سُنتے ہی نہیں تمہیں قرض دینے سے کب فرصت جو تمہیں بیوی کا خیال ہو۔ میں چیتھڑے لگائے پھرتی ہوں مگر تمہاری بلا سے۔ مجھ پر جو گذرے گذر جائے۔ تم کو اسکی کچھ پرواہ نہیں۔ سب کہتے ہیں کہ میں ایسے کپڑے نہیں پہنتی ہوں جو تمہاری بیوی ہو کر مجھے پہننا چاہئے۔ اور سچ پوچھو تو سچ کہتے ہیں مگر تمکو اسکی کچھ غیرت نہیں۔ دُنیا پر تو تم مہربان ہو مگر دشمن ہو تو میرے۔ کاش تم بھی مجھے ویسا ہی سمجھتے جیسا میں تمہیں سمجھتی ہوں۔ دنیا مجھ پر انگلی اُٹھاتی ہے کہ اتنے بڑے گھر کی بیوی اور ایک ڈریس بھی گت کا نہیں۔ کسیکو کیا معلوم کہ اس "بڑے گھر" میں خواہ فاقے ہی ہوں۔ مگر میاں قرض بانٹتے ہیں۔

بچوں کا الگ پتلا حال ہے۔ لڑکوں کی یہ کیفیت ہے کہ بدن پر کرتا ہے تو پاجامہ نہیں اور پاجامہ ہے تو کوٹ نہیں۔ لڑکیاں ہیں وہ ننگی پھر رہی ہیں۔ مجھے کیا؟ تمہیں پر لوگ ہنسیں گے کہ باوا جان قرضہ دیتے پھرتے ہیں اور بچوں کے بدن پر کپڑے کا ایک تار نہیں۔ دس روپے کا کپڑا آتا تو گھر بھر کا بدن ڈھک جاتا

مگر تمہیں اسکی کیا فکر۔ گھر پھر خواہ ننگا رہے مگر تم قرض بانٹتے پھرو۔

مکان والا صبح پکار گیا ہے مگر جب لوگ گلی کوچے میں جو مانگے اُسے دس روپے دیتے پھرینگے تو مکان کا کرایہ کہاں سے دینگے؟ اب دیکھیں کہاں سے روپیہ آتا ہے۔ گھر وارہ بھی کیا وہی دے جائیں گے جنکو قرض دیا ہے؟ دو دن سے کھڑکی کا پٹ نکل گیا ہے۔ مگر تمکو اس کی خبر کا ہے کو ہونے لگی تھی میں بڑھئی کو بلانے والی تھی۔ مگر اب کیا خاک بنواؤں؟ مزدوری کہاں سے آئے گی۔ مزدوری تو قرضہ میں گئی۔ اب کھڑکی یونہی رہے گی۔ یہ تو ٹھنڈک اور یہ ہوا۔ اور اُسپر ننھا سا بچہ گود میں۔ اب اسکی جان کا خدا ہی حافظ ہے۔ زکام اُسے ایک ہی دن کی ہوا میں ہو گیا ہے۔ اب نمونیا بھی ہو جائے گا۔ تب حکیم ڈاکٹر بلاتے پھرو گے۔ مگر فیس کہاں سے دیجائیگی۔ اگر بچے کی جان پر آنچ آگئی تو تمہیں پر اسکا خون ہوگا۔ میرے بنوائے تو کھڑکی اب بن نہیں سکتی۔ اگر لوگ دس روپے راہ چلتے نہ پھینک آئیں تو دُنیا کے ہزار کام نکلیں۔

جمعہ جمعہ آٹھ۔ سنیچر نو دسویں دن اتوار کو دائی کا مہینہ پورا ہوگا۔ اور اگر دوسری صبح تنخواہ نہ دیگی تو وہ کام چھوڑ کے بیٹھ رہے گی۔ تب میاں کو قرض دینے کا حال معلوم ہوگا کہ ایسا ہوتا ہے قرض بانٹنا۔ دائیوں کا آجکل وہ کال ہے کہ کمبخت ملتی ہی نہیں۔ اب گھر کا دھندا کون کریگا؟ چھوٹے بچے کو گود میں لے کر مجھ سے تو کچھ ہونے کا نہیں۔ اب تم ہی بیٹھکر چولہا پھونکنا تب قدرِ عافیت معلوم ہوگی۔ اتنے دن دائی رہی۔ مزے میں وقت پر کھانا ملتا رہا مگر جب روپے کنکر پتھر کی طرح پھینکے جائیں گے تو دائی رہ چکی۔

آپی کی دو مہینے کی فیس چڑھی ہوئی ہے۔ مس صاحبہ کی کئی چٹھیاں آچکی ہیں۔ مگر یہاں فیس کے نام پیسہ بھی نہیں۔ یہی ہوگا کہ مس صاحبہ اُسے اسکول سے نکال دیگی۔ لڑکی چاہے اَن پڑھ رہے مگر تمہیں روپیہ پھینکنے سے مطلب۔ جب تعلیم ہی نہیں ہوگی تو اُسے کون پوچھیگا؟ بس یہی ہوگا کہ کسی گنوار کے

پلے پڑے گی۔ اُسکی ساری خوبصورتی خاک میں مل جائے گی۔ بھلا ایسی لڑکی کسی گنوار کے لائق ہے؟ مگر تمہیں اسکی غیرت کیوں ہونے لگی۔ تم تو اُٹھو اور جو راستے میں ملا اُسی کو دس روپے حوالے کر دئے۔

ایڈورڈ کے لئے الگ پریشان ہوں۔ روز روز اُسکی بیماری بڑھتی جا رہی ہے۔ سوچ رہی تھی کہ اُسے الموڑہ ہی لے جاؤں۔ مگر کیسے لیجاؤں؟ تمہیں قرض بانٹنے ہی سے چھٹی نہیں۔ اس صورت میں الموڑہ جانا ہو چکا۔ لڑکا چاہے مرے چاہے جیئے تمہیں اس سے کیا؟ اب ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اُس غریب کی جان جائے گی۔ آہ! کیسا اچھا لڑکا تھا۔ مگر اب مَیں سمجھ گئی کہ اب وہ میرے ہاتھ سے چھن جائیگا۔ فرشتے اُسے لیجائیں گے۔ دوڑ دھوپ کیجاتی تو لڑکا بچ جاتا۔ مگر جب لوگ دس روپے نہیں بچا سکتے پھینکتے پھرتے ہیں تو لڑکے کو کون بچائے گا۔

گھر بھر میں ایک پلنگ کی اُدوائن ٹھیک نہیں۔ جس پلنگ پر لیٹو قبر کا مزا آتا ہے۔ کھانا الگ ہضم نہیں ہوتا۔ گھر بھر کا پیٹ بگڑ گیا ہے۔ اگر رستی مول آجاتی تو کاہے کو یہ ہوتا۔ مگر تمہیں اس سے کیا واسطہ؟ مَیں چاہے مروں چاہے جیوں۔ بچے چاہیں چارپائی پر رہیں چاہے بھاڑ میں جائیں۔ تم کو روپیہ ضرور پھینکنا۔ گھر میں بل اتنے ہو گئے ہیں اور چوہے اسقدر ہیں کہ خدا کی پناہ۔ کب سے کہتی ہوں کہ ایک مزدور لگا کر بند کرا دو۔ مگر نہیں سنتے۔ اور چوہے دان کی جو کہتے ہو۔ تمہیں بتاؤ کہ چوہے دان کہاں سے آئے جو لگاؤ۔ جب قرض بانٹنے سے چھٹکارا ہو تب تو چوہے دان آئے۔ شہر میں طاعون کا بلا مچا ہوا ہے۔ کوئی دن میں ہماری طرف بھی آیا سمجھو۔ اور جب چوہوں کی یہی کثرت رہیگی تو ہمارا گھر کب بچ رہیگا۔ اب خدا ہی ہماری جان کا حافظ ہے۔ مگر تمہارے تو خیال ہی میں کوئی بات نہیں آتی۔ اگر قرض بانٹنے کی جگہ تم اپنے گھر بار کی خبر لیتے تو کیا تمہارے نام میں بٹہ لگجاتا۔ مگر تمہیں گھر بار کی کیا فکر؟ تم دس روپے پر سخاوت کرنے پھرو۔

شوہر صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں معلوم اس لیکچر کا سلسلہ کبتک جاری رہتا مگر بیچ میں اسی ہٹ دھرمی کی بیوی صاحبہ یہ کہکر کہ میں سو گیا ہوں خاموش ہو رہیں۔ "جان بچی لاکھوں پائے"۔

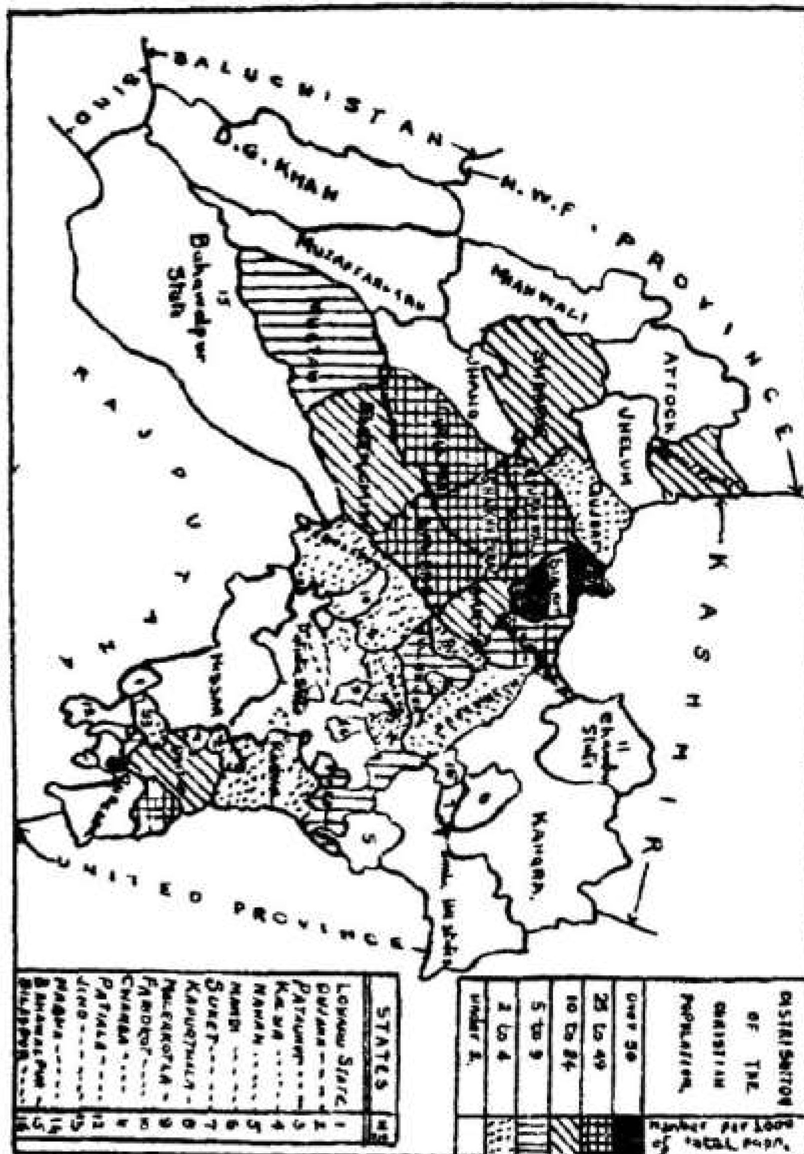
ش

پنجاب میں مسیحی قوم کی ترقی

مسیحیوں کی مقامی تعداد۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوا ہے کہ کل پنجاب میں مسیحیوں کی آبادی ۳۴۶۲۵۹ ہے۔ جن میں سے ۷٫۶ فیصدی تو یورپین ۱٫۴ فیصدی اینگلو انڈین اور ۹۱ فیصدی ہندوستانی مسیحی ہیں۔ نیز دہ سالہ رپورٹ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اضلاع گوجرانوالہ۔ لاہور۔ و شیخوپورہ میں عیسائیوں کی تعداد کافی ہے۔ اسکے بعد دوسرا ضروری علاقہ پہاڑی علاقہ ہے۔ یہاں مسیحیوں کی تعداد کل آبادی کا ½ سے زیادہ ہے۔ ضلع سیالکوٹ میں مسیحی کل آبادی کا ۷ فیصدی۔ اور گورداسپور میں ۴ فیصدی ہیں۔ پنجاب کے شمال مشرق کیطرف کے اضلاع شاہ پور۔ منٹگمری۔ لائل پور میں بھی مسیحی آبادی نے نمایاں ترقی کی ہے۔ مگر سب سے زیادہ شملہ میں ہے یعنی کل آبادی کا ۴۰ فیصدی۔ اور ڈیرہ غازی خان کی طرف کے سرکاری علاقوں میں مسیحی بہت ہی کم پائے جاتے ہیں۔ یا یوں سمجھیں کہ کل آبادی کا ۰٫۱ فیصدی ہے۔

اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ۱۹۲۱ء میں پنجاب میں مسیحیوں کی تعداد ۳۴۶۲۵۹ تھی۔ مگر ۱۹۱۱ء تک صرف ۱۹۹۷۵۱ تھے۔ جس سے صاف ظاہر ہے ۷۳٫۳ فیصدی زیادتی ہوئی۔ ان میں ۱۹۱۱ء یورپین مسیحی ۳۲۲۷۸ تھے اور ۱۹۲۱ء ۲۶۳۱۳ رہگئے یعنی ۱۸٫۵ کی کمی واقع ہوئی۔ اینگلو انڈین کرسچین ۱۹۱۱ء میں ۳۴۷۹ تھے اور ۱۹۲۱ء میں ۴۹۱۵ تک بڑھ گئے یعنی ۴۱٫۳ فیصدی زیادتی مگر ہندوستانی مسیحیوں میں ۹۲٫۱ فیصدی زیادتی ہوئی۔ کیونکہ ۱۹۱۱ء میں ۱۶۳۹۹۴ تھے۔ اور ۱۹۲۱ء ۳۱۵۰۳۱ ہو گئے۔

یہی نہیں کہ انہوں نے صرف انہی دس سالوں میں ترقی کی بلکہ پچھلے سالوں میں بھی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرتے رہے۔ چنانچہ انڈین کرسچین کی تعداد


BALUCHISTAN
N.W.F. PROVINCE
KASHMIR
UNITED PROVINCE
RAJPUTANA
D.G. KHAN
MUZAFFARGARH
MIANWALI
ATTOCK
JHELUM
GUJRAT
KANGRA
Bahawalpur State
Chamba State
DISTRIBUTION OF THE CHRISTIAN POPULATION
Number per 1000 of total popn.
Over 50
25 to 49
10 to 24
5 to 9
2 to 4
Under 2
STATES

۱۸۸۱ء میں ۳۷۹۶ تھی جو ۱۸۹۱ء میں ۱۹۵۴۷ ہو گئی پھر ۱۹۰۱ء تک ۳۷۹۸۰ ہو گئے۔ ان کی یہ نمایاں ترقی صرف مشنریوں کے سبب سے ہی ظہور میں آئی ہے۔

(پنجاب کے مختلف اضلاع میں مسیحیوں کی تعداد ترقی یا تنزل کا نقشہ

سنہ ۱۹۱۱ء سے سنہ ۱۹۲۱ء)

نام ضلع	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۲۱ء	کیفیت کمی یا زیادتی
انبالہ	۵۹۱۴	۱۴۰۳	۸۱۱ کمی
جالندھر	۱۲۸۵	۷۶۴	۵۲۱ "
فیروزپور	۳۰۹۸	۱۲۲۴	۸۷۴ "
لاہور	۴۷۹۶	۳۸۴۷	۹۴۹ "
سیالکوٹ	۲۲۸۷	۱۸۰۰	۴۸۷ "
راولپنڈی	۷۰۵۴	۶۲۲۶	۸۲۸ "
حصار	۲۷۳	۱۰۲۴	۷۵۱ زیادتی
رہتک	۳۳۴	۱۰۰۳۳	۹۶۹۹ "
کرنال	۹۸۲	۳۳۲۰	۲۳۳۸ "
کپورتھلہ ریاست	۱۰۷	۱۱۰۰	۹۹۳ "
امرتسر	۴۷۶۳	۱۲۷۷۳	۸۰۱۰
گجرات	۵۷۰	۲۳۷۳	۱۸۰۳
منٹگمری	۵۸۱	۱۰۴۰۸	۹۸۲۷

مندرجہ بالا فہرست کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیوں کی تعداد میں صرف ان مقامات میں کمی واقع ہوئی ہے جہاں فوجی چھاؤنیاں ہیں۔ اور یہ کمی صرف یورپین مسیحیوں میں ہے جس کے دو وجوہات ہیں۔ اول تو یہ کہ فوجی ملازمت میں ہندوستانیوں کو اعلیٰ عہدے مل گئے اور متعین یورپین کو

ولایت جانا پڑا۔

دوسرے یہ کہ انگریزی افواج کی تعداد میں کمی کر دیگئی ہے اور انکی بجائے ہندوستانی بھرتی ہو گئے ورنہ انڈین یا اینگلو انڈین مسیحیوں کی تعداد میں تو ہر سال اضافہ ہی ہوتا رہا ہے۔

حصار۔ رہتک و کرنال میں جو نمایاں ترقی ہوئی ہے وہ صرف میتھوڈسٹ جماعت اور ایپس کوپل مشن کی سعی بلیغ کا نتیجہ ہے۔ کپور تھلہ میں پنجاب مشن آف دی امریکن پریسبیٹیرین چرچ کی جدو جہد نے گل کھلائے ہیں۔ گجرات و امرتسر میں چرچ آف سکاٹ لینڈ مشن اور چرچ مشنری سوسائٹی نے کار ہائے نمایاں کئے ہیں۔ منٹگمری میں بہت سے مشنوں نے کام کئے۔ اور اپنی کامیابی کے ثبوت دکھائے مگر "اے۔ آر۔ پی" مشن نے سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ (سنہ ۱۹۱۱ء و سنہ ۱۹۲۱ء کی عیسائی آبادی کا مقابلہ)

نمبر شمار	نام جماعت	سنہ ۱۹۱۱ء	سنہ ۱۹۲۱ء	فیصدی اضافہ
۱	تمام جماعتیں	۱۹۹۶۹۷	۳۴۴۲۵۹	۷۳٫۴
۲	انگریزی جماعت	۵۳۴۲۷	۶۹۳۷۴	۲۹٫۸
۳	امریکن	۱۳	۱۰۷	۷۹۱٫۷
۴	بپٹسٹ	۱۳۴۰	۲۵۵۶	۹۰٫۷
۵	یونانی	۱۸	۳	۸۳٫۳ کمی
۶	لوتھرن	۱۱۵	۳۹	۶۶٫۱
۷	میتھوڈسٹ	۱۲۸۵۰	۳۶۰۴۴	۱۸۰٫۵
۸	دیگر پراٹسٹنٹ جماعتیں	۱۴۷۹	۶۶۷۶	۳۵۸٫۱
۹	پریسبیٹیرین	۹۵۰۳۹	۱۳۴۰۶۳	۴۱٫۱
۱۰	پراٹسٹنٹ	۹۳۰	۱۷۰۴۴	۱۷۳۲٫۷
۱۱	کویکر	۳	۱	۶۶٫۰۷ کمی
۱۲	رومن کیتھلک	۱۵۸۴۷	۴۰۲۲۵	۱۵۳٫۸
۱۳	مکتی فوج	۱۸۰۷۳	۳۸۱۲۳	۱۱۰٫۹
۱۴	سریانی	۱	۳۶	۲۵۰۰

سنہ ۱۹۱۱ء کے بعد سوائے یونانی لوتھرن اور کویکر کے باقی سب میں ترقی واقع ہوئی ہے۔ اور کمی صرف مشنریوں کی کم توجہی کا باعث ہے۔

انگلیگن کی پہلی تعداد ۵۳۴۲۷ تھی مگر اب ۶۹۳۷۴ ہے یعنی ۲۹٫۸ فیصدی زیادتی ہے۔

بپٹسٹ کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہے جو صرف یورپینز کے کم ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ بلکہ انڈین اور اینگلو انڈین مسیحیوں کی تعداد تو اس جماعت میں بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ یعنے ۱۱۵۴ سے ۲۴۳۹ ہو گئی۔ ان کی یہ زیادتی دہلی انبالہ اور پٹیالہ سٹیٹ میں زیادہ ہوئی ہے۔

میتھوڈسٹ جماعت کی تعداد ۱۲۸۵۰ سے ۳۶۰۴۴ تک پہنچ گئی یعنی ۱۸۰٫۵ فیصدی زیادتی واقع ہوئی۔ یہاں بھی انڈین کرسچین تعداد میں سب سے بڑھ گئے جو زیادہ تر رہتک لاہور گورداسپور میں ہوئی ہے۔

پریس بیٹرین جماعت کی تعداد ۳۹۰۲۴ ہے۔ یعنی ۱۰۱٫۴ فیصدی کی زیادتی۔ انہوں نے جالندھر۔ لاہور۔ گوجرانوالہ اور منٹگمری میں بہت ترقی کی ہے۔ البتہ رائے پور وشاہ پور میں کمی واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ یہاں سے مسیحی لوگ عام طور پر منٹگمری اور شیخوپورہ کی طرف چلے گئے اور وہاں ہی اپنی بود و باش اختیار کرلی۔

رومن کیتھلک جماعت نے کافی ترقی کی ہے۔ پچھلے دس سالوں کی نسبت ۱۵۳٫۰۸ فیصدی کی زیادتی ہوئی ہے۔ ان میں بھی اینگلو انڈین اور انڈین کرسچین اول نمبر رہی ہیں۔ اس جماعت میں یورپین ممبرز کی تعداد میں ۲۳٫۰۶ فیصدی کی کمی واقع ہوئی ہے۔

سالویشن آرمی (مکتی فوج) نے بھی ۱۹۱۱ کے بعد ۲۰۰۵۰ آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔

کے۔ ایل۔ رلیارام۔ ایڈیٹر انچیف۔

این۔ ایم۔ ایس کے کام پر ایک سرسری نظر

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

تقریباً بیس سال ہوگئے ہیں کہ این۔ ایم۔ ایس کا کام ہند کے خاص خاص حصوں میں شروع ہے۔ ہم کو یاد ہے کہ سب سے پہلے مسٹر عزرایاہ جو آجکل بشپ آف ڈونا کل ہیں مدراس سے پنجاب میں تشریف لائے اور این۔ ایم۔ ایس کی تحریک کی۔ چنانچہ لوگوں میں ایک خاص جذبہ اُسکی نسبت پیدا ہوا۔ اور پنجاب اور دیگر صوبجات میں لوگوں نے بڑی دلچسپی اور سرگرمی سے حصہ لینا شروع کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ شروع شروع میں بعض شخصوں نے مخالفت کی اور اس تحریک کے بانی سبانیوں اور جانی حامیوں کو دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض تو برملا کہتے تھے کہ یہ چند روز کا کھیل ہے۔ لونڈے لاروں کی بات ہے۔ چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ کا ہزار لاکھ شکر کہ زمانے کے تجربے سے یہ بات ثابت نہ ہوئی۔ جو تحریک خدا رکھے ۲۰ سال تک زندہ و قائم رہ سکتی ہے اُسے کوئی بازیچۂ اطفال نہیں کہہ سکتا۔ ہمنے مانا کہ اس میں کمزوریاں ہیں۔ اور کمزوریاں۔ نقائص اور سقم تو انسان کے ہر فعل میں پائے جاتے ہیں۔ باوجود اسکے این۔ ایم۔ ایس کی اتنے برس کی زندگی اور قیام اس بات کا ادنیٰ ثبوت ہے کہ یہ ہمارے ملک کے لئے مفید ہے اور ایک نہ ایک وقت میں ضرور پوری پوری کامیابی حاصل کرے گی۔ کیونکہ اگر یہ تحریک خداوند کریم کی طرف سے نہ ہوتی تو ابتک کبھی کی مٹ کر گئی گزری ہو گئی ہوتی۔

ہم اس غرض سے اس مضمون کو نہیں لکھتے کہ کسی کے کام پر نکتہ چینی کی جائے بلکہ اس غرض سے کہ اس بات کی ترغیب دیجائے کہ یہ تحریک ہندوستانی مسیحیوں کی

زندگی کا جزو بن جائے۔ اور اس میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہو۔ اور ہمارے خیال میں یہ دونوں لوازمات جیسا کہ چاہئے ہم لوگوں میں موجود نہیں ہیں۔ اسلئے چند نکات ہم برائے غور پیش کرتے ہیں تاکہ این۔ ایم۔ ایس کی آئندہ ترقی اور دیسی مسیحیوں کی بہبودی ہو۔ ع

"بہروزی ہوئے میری در تیری بہتری ہو"

یہ قانونِ قدرت سا ہے کہ ہر کام۔ ہر ایک نئی تحریک اپنی ذاتی خوبیوں کے باعث خاص خاص حالات میں عمدگی کے ایک خاص درجے اور حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اسکے بعد اگر اسمیں کوئی تبدیلی نہ ہو تو حالات و واقعات کے بدل جانیکے باعث اس میں آپ ہی آپ تنزل اور کمزوری کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ این۔ ایم۔ ایس اپنی پالیسی و طرزِ عمل میں تبدیلی کرے۔ اور ایسی کرے کہ حالات کے مناسب و واقعات کے مطابق ہو ۔

اے پادشہِ خوباں داد از غمِ تنہائی
دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی

سبحان اللہ! سوسائٹی کے نام کا لفظ نیشنل کچھ ایسا پیارا ہے کہ کل دیسی مسیحیوں کی آنکھوں کا تارا ہے۔ مسیحی خواہ کسی فرقے کا ہو اسکو ایسا بھاتا ہے کہ کوئی اور لفظ اسکی خوبصورتی کو نہیں پاتا ہے۔ اس لفظ کے سنتے ہی بہتا سے لوگوں کے دلوں میں ایک گونہ جوش اور ولولہ اور اپنی قوم کے لئے جذبہ پیدا ہو جاتا ہے

یہ نام پاک اپنا رفیق و انیس ہے
ہادی ہے مہرباں ہے اور یارِ غمگسار

یہی سبب ہے کہ کئی شخص جو محبِ قوم و وطن ہیں انکے دل پر اس نام کے سنتے ہی جادو کا سا اثر ہو جاتا ہے۔

پس مناسب ہے کہ جیسا اس سوسائٹی کا نام بڑا اور بہت خیز ہے اور اس کے

نام میں وسعت اور عالمگیری کی روح پائی جاتی ہے اسکے کام اور پالیسی میں بھی وسعت اور عالمگیری پائی جائے۔ لہذا اسکا تعلق کسی خاص طبقے اور فرقے سے ہونا نہیں چاہئے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سوال بڑا پیچیدہ اور غور طلب ہے اور ابتدائیہ کمیٹی نے وقت اور حالات کو دیکھکر مصلحتاً یہ مناسب سمجھا کہ اسکا تعلق ہر صوبے میں ایک خاص فرقے کے ساتھ ہو۔ مثلاً پنجاب میں خاص سی۔ ایم۔ ایس کے ساتھ۔ یو پی میں پریس بیٹیرین کلیسیا کی زیر نگرانی۔ اس نکتہ نگاہ کی ایک حد تک ہم قدر بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ حالات ایسے تھے اور زمانہ اس قسم کا تھا کہ اگر اسوقت این۔ ایم۔ ایس سرزوری کرکے اپنے پاؤں پر بے سہارے کھڑا ہونا چاہتی تو ہر گز نہ پنپتی۔ مگر دوسرے نکتہ خیال سے یہ پالیسی ایسی ہے کہ اگر اسکو ہمیشہ عملدرآمد کرکے جاری رکھا جائے تو این۔ ایم۔ ایس کے کام کو نمایاں ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اگرچہ عام طور پر ہمارے دیسی مسیحی بھائی فرقہ بندی کا بہت خیال نہیں کرتے اور اس قید زبون سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تاہم ہر صوبے شہر اور گاؤں میں اس قسم کے دیسی مسیحی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں جو اپنے خیالات کا دائرہ نہایت تنگ اور محدود رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کیا ناصرت سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے۔ چنانچہ جب وہ کسی نئی تحریک کو دیکھتے ہیں تو ناک چڑھا کر کہہ دیتے ہیں کہ ”اوہ۔ اسکا تعلق سی۔ ایم۔ ایس یا ہماری فلانی فلانی مشن سے نہیں ہے اسلئے ہمیں اس سے کیا سروکار ہے۔

”رات وہ بولے ہنسکر مجھ سے چاہ میاں کوئی کھیل نہیں
میں ہوں ہنسوڑا تو ہے مقطع میرا تیرا میل نہیں“

یہ ہماری قوم کی ایک بڑی بھاری بدقسمتی ہے کہ اسقدر فرقے اور دھڑے بندیاں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ مدت سے خود تمام مشنری سوسائٹیوں کیطرف سے اس بات کی کوشش ہو رہی ہے کہ ہند میں ایک متحدہ کلیسیا قائم ہو جائے

لمران کو ابتک اِس امر میں ذرا بھی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اور ہم سب باتوں کو مدنظر رکھکر اِس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس اہم مسئلے کا حل فقط ہمارے دیسی بھائی ہی کر سکتے ہیں۔

جب این۔ایم۔ایس کی بنیاد ڈالی گئی تو سب لوگوں کی آنکھیں اِنہیں صاحبان بانیانِ سوسائٹی کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ اور بڑی بڑی امیدیں تھیں کہ وہ اس مسئلے کو حل کرینگے۔ مگر وائے قسمت کہ اُنہوں نے بھی بجائے حل کرنیکے ایک فرقہ اور بڑھا دیا ؎

سانس دیکھا تنِ بسمل ہیں جو آتے جاتے
ایک چرکا دیا صیاد نے جاتے جاتے

چنانچہ انکی وہی مثل ہے جو بادشاہ جاپان سے نقل ہے۔

جب پہلے پہل مسیحیت جاپان میں پھیلنی شروع ہوئی تو وہاں کے بعض متعصب لوگوں نے شاہ جاپان کی خدمت میں جاکر عرض کی کہ حضور پر نور دینِ مسیحی کے ہادیان و مبشران کو اجازت عطا نہ فرمایئے کہ وہ ایک نیا مذہب ہمارے جزیرے میں پھیلائیں ؎

بہ از شاہ بریخ زند نام او
نیارو دریں کشور آرام او

نیک روش اور آزاد منش شاہ نے پوچھا۔ اس سے آگے ہمارے ملک میں اور کتنے مختلف مذہب اور فرقے پائے جاتے ہیں۔ ایک صاحب نے کہا حضور یہی کوئی تیس بتیس ہوں گے۔ شاہ نے بڑی دانشمندی سے فرمایا۔ جہاں ۳۲ ہیں وہاں ۳۳ سہی کیا مضائقہ ہے۔ این۔ایم۔ایس کا بھی بعینہٖ ایسا ہی حال ہے۔ جہاں عیسائیوں کے اتنے فرقے ہیں وہاں ایک اور سہی۔ ع۔ "خوب گذرے گی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو۔"

خراب وقت آگیا ہے کہ این۔ایم۔ایس اسبات پر غور کرے۔ اگرچہ کہنے

اور کرنے میں بہت فرق ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس میں بہت دقتیں ہیں تاہم کوئی معمّا ایسا نہیں کہ حل نہ ہو سکے۔ ع

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا

اوّل تو این۔ ایم۔ ایس کو چاہئے کہ ہر صوبے میں نیا ایک چرچ قائم کرے اور اُسکے قواعد و ضوابط بنائے جو اس قسم کے عالمگیر ہوں کہ اس میں ہر فرقے کے مسیحی بآسانی شامل ہو سکیں۔ ایک نیا چرچ۔ نیا انتظام و نظام پرستش اور نیا طریقہ عبادت تجویز کرنا نہایت ضروری ہے۔ گرجے کی عمارت ایک مرکزی جگہ میں قائم کی جائے۔ اور چرچ کا نام نیشنل چرچ ہو۔ سراسر دیسیوں کے روپے سے بنایا جائے۔ بلکہ اکالیوں کی طرح تمام مسیحیوں کو دعوت دیجائے کہ اپنے ہاتھوں سے کام کریں اور گرجے کی تعمیر میں حصہ لیں سوائے اُس کام کے جو بغیر کاریگروں کے ہونا ناممکن ہے۔ اور یہ کام کچھ مشکل نہیں جیسا کہ اسی نمبر کے مضمون "پنجاب میں مسیحی قوم کی ترقی" سے ظاہر ہے کہ مسیحیوں کی مردم شماری اور پنجاب میں آبادی سوا تین لاکھ ہے اور اگر ہر فی کس بھی لیا جائے تو ۷۵ ہزار روپیہ بنتا ہے۔

دوسرے واجب ہے کہ این۔ ایم۔ ایس اپنی انتظامیہ کمیٹی کی تعداد کو بڑھائے پانچ دس ممبر نہیں بلکہ کم از کم پچاس ممبر ہوں۔

تیسرے سال کے سال ایک بڑا میلہ نہایت جوش و خروش و دھوم دھام اور بڑی کامیابی سے کرنا چاہئے اور ایک بڑا بھاری جلسہ کیا جائے تمام لوگوں کو دعوت دیجائے اور بہترین طریقوں پر اپنی کوشش کے دائروں کو وسیع کیا جائے۔

ہمارے خیال میں اب وہ وقت ہے کہ مقابلۃً لوگ آگے کی نسبت مذہبی باتوں میں زیادہ دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں اور دین کے ساتھ ساتھ ہی این ایم ایس کو چاہئے کہ ہر پراگندہ روزی پراگندہ دل کے مسئلے کو پیش نظر رکھکر لوگوں کی دنیوی حالت کے بہتر بنانے کی کوشش کرے۔ انکی تعلیم و تربیت صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے

وسائل ڈھونڈے۔ مسیحی دنیا پر جب ہم ایک نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشمس پائی جاتی ہے کہ ایک قوم کی ترقی کا مرکز اسکا چرچ ہے۔ اگرچہ موجودہ انتظامات کی رو سے دیسیوں کو بہت سا حصہ کلیسیائی اختیارات کا ملگیا ہے پھر بھی ہم ایک دوسرے سے علحدہ علحدہ ہیں۔ ہماری طاقت۔ ہماری دولت سب بٹی ہوئی ہیں اور کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا کی پھبتی ہمپر پھبتی ہے۔ مثلاً لاہور کی مثال لیجئے یہاں پر اور کلیسیاؤں کو چھوڑکر دو بڑی بھاری سوسائٹیاں مدت سے کام کر رہی ہیں۔ ایک تو چرچ مشنری سوسائٹی۔ دوسری امریکن پریسبیٹیرین سوسائٹی۔ اور خدا کے فضل سے دونوں کلیسیاؤں میں اسوقت ایسے آدمی شامل ہیں جو ہر طرح سے قابل تعظیم و تکریم ہیں۔ خدا نے دولت۔ عزت۔ مرتبت و ثروت انہیں مرحمت فرمایا ہے۔ مگر ان دونوں کلیسیاؤں میں سے کوئی بھی ابھی تک سلف سپورٹ نہیں۔ نہ تو سی۔ ایم۔ ایس والے بغیر مشن کی امداد کے اپنے پاسٹر کی تنخواہ اور دیگر مصارف کے متحمل ہو سکتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس نولکھا چرچ والے۔ خدانخواستہ اگر آج ہمارے بدیشی بھائی اپنا ہاتھ روک لیں یا یہاں سے چلتے بنیں تو دیسی کلیسیا میں اتنا بوتا بھی نہیں کہ آدھی تنخواہ بھی اپنے پاسٹر کو دیسکیں اور معاذ اللہ ان تقدس مآب کو چنے چبانے پڑیں تو کوئی تعجب نہیں۔ مزید براں دونوں کلیسیاؤں کا ملنا بھی جوئے شیر کے لانے سے کم مشکل نہیں تا وقتیکہ ایک تیسری طاقت دونوں کو ملانیوالی اسمیں شامل نہ ہو اور یہ تیسری طاقت نیشنل مشنری سوسائٹی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہ تیسری طاقت سی۔ ایم۔ ایس کا حصہ بنکر بجائے خود کوئی آزاد طاقت نہیں رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس ہماری تجویز کردہ تحریک اتحاد کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمیں بے حد تکالیف اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑیگا اور بیشمار موقعوں پر صد درجے کی قربانی۔ خود انکاری و ایثار دکھانا ہوگا لیکن اگر ہم ہندوستان کی بشارت کا کام کرنا چاہتے ہیں اور اپنی کلیسیا کی بہبودی کے طالب ہیں اور

لئے ایک زندہ انتظام بنانا چاہتے تو یہ صرف این ایم ایس ہی سر انجام دے سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ جو حالت پنجاب میں پائی جاتی ہے وہی ہندوستان کے اور صوبوں میں نظر آتی ہے۔

امید واثق ہے کہ منتظمان این۔ ایم۔ ایس ہماری گذارش کو انہی معنوں میں لیکر جس خیال سے وہ کیگئی ہے ہمارے خیالات پر غور و خوض کر کے تمام پنجاب کے مسیحیوں کا ایک بڑا بھاری جلسہ منعقد کرینگے اور بعد مناسب بحث و تحقیق کے کسی عمدہ عملی نتیجے پر پہنچینگے۔ اگر واقعی خیر خواہان این ایم ایس کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ یوں تو نہ ہونے سے کچھ نہ کچھ ہونا بہر صورت اچھا ہے لیکن اگر یہی خواب خرگوش کی حالت رہی تو بے شک برسوں تک این ایم ایس اور ہندوستانی کلیسیا جیسے غلامی میں پڑی ہوئی ہیں بدستور رہینگی۔

ہم یہ دیکھکر بہت خوش ہیں کہ این ایم ایس کے باطن میں ایک مستقیم روح نئے سرے سے پھونکی جارہی ہے اور مسٹر نظیر طالب الدین نے بڑے جوش و ہمت اور صدق دلی سے کام کرنا شروع کیا ہے۔ اگر کوششیں اسی طرح جاری رہیں تو یقین کامل ہے کہ نتائج اچھے نکلینگے۔ ہر ایک اصلاح کرنیوالے کو ہمیشہ مشکلات اور نکتہ چینی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر انہوں نے اب تک نہایت صبر جمیل اور استقلال دکھایا ہے جو کامیابی کا اصلی راز ہے۔ انکا اخبار قاصد بھی نیا جامہ پہنکر نہایت زیب و زینت سے بن سنور کے نکلا ہے۔ جو کہ انکی محنت اور جانفشانی کی داد دیتا ہے۔

مسٹر اور مسز ڈی۔ زیڈ۔ نجم الدین جو کہ اس تحریک کے پنجاب میں روح رواں ہیں انکی خدمات کا بھی اعتراف کئے بغیر اس مضمون کو ہم بند نہیں کر سکتے۔ مگر امید ہے کہ وہ بھی اپنی قوم کی بہتری کو ملحوظ خاطر رکھکر ان نکات پر غور کرینگے۔ اور این۔ ایم۔ ایس کو پنجاب میں ایک جیتی جاگتی عملی تحریک بناکر اور صوبوں کے لئے نظیر قائم کرینگے۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ این۔ ایم۔ ایس نہ فقط نام میں بلکہ در اصل نیشنل بن جائے۔ آمین ٭

(ایڈیٹر ان چیف)

چشم یسوع

نئے عہد نامہ میں چار مقام پر اپنے مبارک خداوند کی چشم کا ذکر دیکھتے ہیں گو کل کتاب مظہر چشم الٰہی ہے۔ اور ہر مقام پر اسکا نرالا اثر دیکھتے ہیں۔ بلاریب آنکھ بدن کا چراغ ہے اسلئے کہ یہ وہ لینز ہے جس سے ایک انسان کے اندرونی جذبات اور حقیقی اصلیت کی شعاع کا اظہار ہوتا ہے۔ علاوہ اسکے یہی وہ لینز ہے جس سے بیرونی اشیاء کا اثر انسان کے دل و دماغ پر ایسی سرعت سے اثر کرتا ہے جو محتاج بیان منطق و فلسفہ نہیں بلکہ عین الیقین کے زینہ پر بٹھا دیتا ہے اور جسکی تاثیرات کو دنیا کی کوئی طاقت بھی دور کرنیکے ناقابل ہے پس چشم انسانی ڈبل لینز ہے اور اثرات و اظہارات بھی مختلف

ا۔ ایک دفعہ متی (یعنے خدا کی بخشش جو رسول بھی ہوا) جب اپنی محصول کی چوکی پر بیٹھا ہوا اپنے کار سرکار کے فرائض کی ادائگی میں مصروف تھا۔ تو یسوع خداوند نے گذرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا اور کہا کہ "میرے پیچھے ہو لے"۔ اس نگاہ یسوع میں عجب مقناطیسی اثر تھا اور عجب قسم کی محبت بھری نگاہ تھی کہ وہ باوجود اپنی مصروفیت کے اسقدر از خود رفتہ ہو گیا کہ چوکی پر قائم نہ رہ سکا۔ بموجب فرمان خداوند سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کمال متابعت سے پیچھے ہو لیا۔ اور متابعت پُر محبت خدمت کے ساتھ تا شہادت کی

ایک لمحہ کے لئے ہم میں سے ہر ایک اپنے آپ کو متی تصور کرے اور مبارک خداوند یسوع ہمارے پاس سے گذرتے ہوئے ہماری طرف دیکھے۔ اُسکی نگاہیں ہماری نگاہ کے ساتھ دو چار ہوں تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہم اپنے دل میں موازنہ کریں کہ کیا ہم متی کی سی پیرئی و چستی سے سب کچھ چھوڑ کر اُسکی اس حد تک نگاہ محبت سے چپاں اور خدمت میں مصروف ہو جائینگے جو متی نے کی؟ یا فقط اُن نقطہ چینوں کیطرح ہونگے جو خداوند مسیح پر محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھانے پینے کا الزام لگا کر اپنے دل سے اُتار دینا چاہتے ہیں۔ اسکا فیصلہ انفرادی طور پر ہم اپنے خداوند سے اکانت میں کریں +

۲۔ دوسرے موقع پر بر قبر لعازر دیکھتے ہیں اور اُس عجیب آنکھ سے آنسو بہتے دکھائی دیتے ہیں یعنے جس وقت ہم غلامی ابلیس اور گناہ میں اسقدر غرقاب و مدفون ہوں کہ ہم سے عفونت آتی ہو تو اُسکی ہمدرد آنکھ سے درد و محبت بھرے آنسو بہ نکلتے ہیں جو ہمکو زندہ کرنے پر قادر ہیں۔ پس اے مسیحی تو اپنی اور اپنے خویش و اقارب کی حالت کو دیکھ اب اسوقت وہ موجود ہے۔ قبر میں نہ رہ بلکہ اپنے حقیقی محبوب کے آواز سے قبر سے باہر آ اور اُس آبِ چشم سے زندگی لے۔

۳۔ بر موقع انکار پطرس۔ جب دنیا کے خطرات و دُکھ درد جسمانی کی وجہ سے وہ خائف ہوگیا اور اپنے اُستاد و خداوند کا انکار کیا تو یسوع نے اُسکی طرف پھر کر دیکھا (لوقا ۲۲ : ۶۱) اس نگاہ نے غضب کی قابلیت پطرس کے اندر پیدا کردی کہ مثل آئینہ اس نے اپنے آپ کو پہچان لیا۔ اپنی کمزوری سے آگاہ ہو کر اور باہر جا کر زار و قطار رو رو کر تائب ہوا اور اسقدر معمور ہوا اسکی محبت سے کہ اُلٹا مصلوب ہونا پسند کیا۔ اسی طرح ہم جو اُسکے کہلاتے۔ اُسکا انکار کرتے۔ اُس سے شرماتے۔ اُسکی زندگی کو اپنی زندگی سے ظاہر کرنے میں قاصر رہتے تو وہ عجیب آنکھ ہماری طرف دیکھ رہی ہے۔ پس اے مسیحی اُسکی آنکھ سے آنکھ ملا پھر کرشمہ دیکھ *

۴۔ بر موقع شہادت استفنس۔ جب لوگ اسکو پیارے خداوند یسوع کے نام کے باعث سنگسار کر رہے تھے تو استفنس نے آسمان کیطرف دیکھا اور اپنے محبوب کو خدائے قادر مطلق باپ کے داہنی طرف کھڑے دیکھا جو یہ وعدہ کر گیا تھا کہ زمانے کے آخر تک میں تمہارے ساتھ ہوں اور اُسکی چشم بینا سے وہ قوت حاصل کی جو خود خداوند نے صلیب پر ظاہر کی تھی یعنی کہ "اے خداوند یہ گناہ اُنکے ذمہ نہ لگا۔ اور سو گیا"۔ پس خداوند کی چشم (۱) دعوتی ہے (۲) ہمدردی سے (۳) بوقت کمزوری قائمیت پیدا کر کے معافی و تسلی بخش ہے (۴) وہ اپنے ستانیوالوں کو معاف کرنے کی طاقت بخش ہے *

ڈ۔ ک۔ چ

دی پنجاب کرسچن سنٹرل کواپریٹو بنک لمیٹڈ لاہور

عرصہ تین سال کا ہوا کہ یہ بنک شہر لاہور میں کھولا گیا تھا۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ پنجاب کے دیہاتی مسیحیوں کی مالی حالت کو بہتر بنایا جائے۔ اس موومنٹ کے ذریعہ سے جو لوگ مسیحی مذہب میں شامل ہوتے ہیں انکی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ خواہ زراعت پیشہ ہوں یا صنعتی یا حرفتی کاموں میں لگے ہوئے ہوں۔ ان لوگوں کو قرضی روپیہ کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ مسیحی مذہب اختیار کرنے کی وجہ سے جو بنئے بقال وغیرہ بے تحاشا سود لیکر ان غریبوں کو روپیہ اُدھار پر دے بھی دیتے تھے وہ بھی انکار کر رہے ہیں۔ اگر ہم لوگ ان کی مدد نہ کریں تو یہ لوگ نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ اس بنک کے ذریعہ سے شہری مسیحیوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ عمدہ سود کی شرح پر روپیہ امانت پر رکھوائیں۔ نیز بنک کے حصص خرید کر عمدہ ڈیویڈنڈس و منافع کماویں۔ پچھلا ڈیویڈنڈ ۹ فیصدی شرح کے حساب سے دیا گیا تھا۔ پچھلے تین سال کے عرصہ میں تقریباً ایک لاکھ روپیہ قرض دیا جا چکا ہے جو وقت مقررہ پر واپس آ رہا ہے۔ اور تقریباً بارہ ہزار روپیہ سود امانت پر روپیہ رکھنے والوں کو پہنچ چکا ہے۔ سو یہ بات وہی ہے کہ "آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام"۔ حصص کی قیمت مبلغ ۵۰ روپیہ ہے جو ششماہی انسٹالمنٹ (قسط) میں واجب الادا ہے جو علاوہ شرح سود امانتی روپیہ کے واسطے ذیل میں درج ہے:۔

تین ماہ کے فکسڈ ڈپازٹ جو علاوہ (زرجمع مستقل) کیواسطے بشرح ۴½ فیصدی سالانہ

۶ " " " " ۵½ " "

۱۲ " " " " ۶½ " "

پچھلا بالنس شیٹ منگوا کر بنک کی مالی حالت کا ملاحظہ فرماویں۔ بنک چلانے کے اخراجات نہایت کم ہیں سوائے ایک پورے وقت کے اکاؤنٹنٹ کے باقی سب عہدہ داران بلا اُجرت قومی خدمت کر رہے ہیں۔

المشتہر

آئی۔ درگا پرشاد۔ آنریری مینیجر و سکرٹری

مسٹر کے ایل ملیلارام ایڈیٹر و پبلشر نے [illegible] پریس لاہور میں [illegible] کے اہتمام میں چھپوا کر [illegible]